رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۴۶

منشی منظور علی صاحب عباسی
پنجبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب وطن از ملک سلیماں خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد | می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

سالانہ چندہ	۱ر
قیمت فی پرچہ	۱۲

جلد ۶ | کاکوری شنبہ ۱۶ مارچ سنہ ۴۰ء مطابق ۶ صفر سنہ ۱۳۵۹ھ | نمبر ۲۲

ادبیات

نظم از مولانا درد کاکوروی

سلسلہ میرے بچپن کے جو درد بھی غمگسار
ایک زمانہ تھا کہ وہ تو میرا یار غار
تھی کبھی حکومت کی بے نار دیار گار
تو وجود عالم تھا سبب آوارہ تھا
جلوۂ آغوش فطرت میں گہوارہ تھا
ایک وہ دن تھا کہ مجھ سے عقل بھی تھی کوسوں دور
ایک وہ دن تھا کہ بالکل ہی نہ تھا مجھکو شعور
ایک وہ دن تھا کہ جب ہوتا تھا مجھ سے قصور
مارنا کیسا کوئی مجھکو جھڑکتا بھی نہ تھا
مطلع امید روشن فعل تھا ہر ایک کا
کھیلتی ہونٹوں پہ میرے جب مسرت کی لہر
باپ خوش ہوتا تو ماں مسرور ہوتی دیکھکر
پھر گلے کر روٹھ جانے تھے ہر بات پر
ماں کبھی دم جھنجھنا لیکر مناتی پھر مجھے
اور کبھی گنگنا کے لوریاں سناتی پھر مجھے
جن سے پھر وہ پھر تک یہ راز رہتا نظام

کھیلنا رہتا زمیں کے کھلونوں سے مدام
پھر اسے توڑ ڈالتا تھا جو اسی دن تمام
تیری ہستی لذت عالم سے لذت کش نہ تھی
تیری خواہش کبھی کسی حالت کی منت کش نہ تھی
تو غنی اور فکر میں بیٹے جیسی تیرے لئے
کون سی شئے تھی نہ موجود تھی تیرے لئے
تو نے جو ضد کی وہ پوری کی گئی تیرے لئے
سچ تو یہ ہے تو بھی اپنے وقت کا تھا بادشاہ
اب تو تیرا نہ وہ تیری حکومت آہ آہ
لوریاں دے دے کے ماں تجھپر ہوا کرتی فدا
تجھکو جھولے میں لٹا کر گیت گاتی نیند کا
شمع سے باتیں کیا کرتا تھا گھنٹوں پڑا
تیرا ہر اک فعل سب کو اسقدر محبوب تھا
جرم کرنے پر بھی تجھکو نہ ملتی تھی سزا
تجھے یہ سب تیرے ہنر جب تک سمجھ آئی نہ تھی
جب سمجھ آئی تو کس حرکت میں رسوائی نہ تھی

خندہ زن تجھ پر کبھی یاس و تنہائی نہ تھی
شان استقلال بھی ہنستی ہوئی آنکھوں پہ تھی
حیف تجھ میں آج تک باقی ہے بچپنا
کیسے ہی یہ ہم ہر دو تجھ پر گذرتے ہی نہیں

نقش ہستی میں بقا کا رنگ بھرتے ہی نہیں
حیف ہے ہم کام کوئی تجھ سے کرتے ہی نہیں
پھر ترقی کسطرح ہو کسطرح ہو بولیں بھلیں
جب قدم راہ عمل میں ڈگمگاتے ہی رہیں

اقوال حضرت عثمان غنی رض

(۲۱) عارف کے یہ نشان ہیں۔ (۱) دل میں ہیم و رجا زبان پر حمد و ثنا۔ (۲) آنکھوں میں گریہ و حیا دل میں ترک دنیا اور راضی برضا۔

(۲۲) یہ چیزیں بیکار ہیں (۱) وہ علم جو بے عمل ہو (۲) وہ مال جو خرچ نہ کیا جائے (۳) وہ زہد جسکی آڑ میں دنیا کمائی جائے (۴) وہ عمر دراز جس میں آخرت کا کچھ سامان مہیا نہ کیا جائے۔ (۲۳) دنیا میں تین باتوں کو میں پسند کرتا ہوں (۱) بھوکوں کو کھانا دینا (۲) ننگوں کو کپڑا پہنانا (۳) قرآن شریف پڑھنا و پڑھانا۔ (۲۴) ظاہر اور دیکھو تو حسب ذیل چیزوں میں ایک خوبی ہے۔ (۱) نیکوں سے ملنا انکی پیروی کرنا (۲) قرآن کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ (۳) بیمار کی عیادت کرنا اور اس سے وصیت کرانا۔ (۲۵) چار باتوں میں خدا کی بندگی کا مزہ ملتا ہے۔ (۱) خدا کے فرائض ادا کرنے میں (۲) ان چیزوں سے پرہیز جو اللہ جلشانہ نے حرام کر دی ہیں (۳) اس امید پر نیک کام کرنا کہ اس کا اجر خدا سے ملے (۴) خدا کے غضب سے ڈر کر برے کاموں سے بچنے میں۔

(مرتبہ اقتدار علی عباسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۶ | کاکوری شنبہ ۱۶/ مارچ سنہ ۴۰ء | نمبر ۲۲

صلاح نیک

ہمنے بارہا اپنے قصبہ کے انحطاط و تنزل پر (جسکی جانب بڑی تیزی سے وہ جارہا ہے) غور و خوض کیا اور اسباب کی جانب توجہ کی تو ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ مغربی تمدن نے معیار معاشرت کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے عادات و اطوار کو بھی بالکل بدلدیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنے بزرگوں کی روایات اور طرز ماند و بوم کو چھوڑنے کے بعد اُس اخلاق و تہذیب سے بھی عاری ہوگئے جس نے ہمارے بزرگوں کو بلندی تک پر پہونچایا تھا اور قصبہ کی شہرت میں چار چاند لگادیئے تھے۔ عربی و فارسی تعلیم جو ہمارے اخلاق و عادت کے درست کرنے میں معاون ہوتی تھی ترک کرکے برٹش راج قائم ہونیکے بعد انگریزی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے اور بڑی حد تک اُسکے حصول میں وقت و روپیہ صرف کرکے اعلیٰ تعلیمیافتہ یا گریجویٹ کہلائے لیکن اُس تعلیم نے اخلاق و تہذیب سے نہ صرف ہمکو علیحدہ کیا بلکہ بڑی مصیبت معاشرت میں تبدیلی پیدا کرکے معیار زندگی کو بہت بڑھا دیا۔ جہاں تختوں کے چوکے پر سفید چاندنی کے فرش ہوتے تھے وہاں اب میز کرسی اور کوچ و صوفہ کی ضرورت لاحق ہوئی منہ ہاتھ دھونے میں کھلی یا اُبٹن کی جگہ قیمتی صابن نے لے لی۔ جولاہوں کے ہاتھ کے بُنے ہوئے رومالوں کے بجائے رُوئیں دار تولیئے مستعمل ہونے لگے وغیرہ وغیرہ۔ ان سب باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی تمدن نے جسمیں آرائش و نمود زیادہ ہے ہندوستانی دستکاریوں کو کس حد تک نقصان پہونچایا ہے۔ ہمارے اکثر بزرگ بیان کرتے ہیں کہ آج سے چالیس برس قبل تک کاکوری کے جولاہے ایسی عمدہ ململ تیار کرتے تھے کہ تمام شرفائے کاکوری اُس ململ کے انگرکھے، عبائیں اور چکنین، کُرتے وغیرہ پہنتے تھے۔ اور جاڑونمیں عمدہ سے عمدہ ریشمی سوتی کپڑونکے لبادے اور دگلے استعمال ہوتے تھے اب یہ سب متروک ہوگئے۔ اور انکی جگہ سرج۔ ٹوئیڈ وغیرہ نے لے لی۔ طریقۂ رہائش کے لیئے سامان کی ضرورت ہوئی اور روز آنہ کی مارالاحتیاج اشیا کے حصول کے واسطے معیار تمدن کو دیکھتے ہوئے نمائشی سامان درکار ہوا جسقدر رقم میں ایک مکان آراستہ ہوسکتا تھا اب وہ ایک کمرہ کی آراستگی کیلئے ناکافی ہے۔ خیر یہ تو سب تھا ہی سب سے بڑی مصیبت ہمارے قصبہ میں پارٹی بازی کی پیدا ہوگئی ہے اور اب یہ بلا خاندانوں سے نکلکر گھر گھر میں پیدا ہوتی جارہی ہے جسکی وجہ سے بغض کینہ حسد ایسے کمینہ عادات ہم میں پیدا ہوکر بڑی تیزی سے جڑ پکڑتے جارہے ہیں جسکے نتائج آگے چلکر موجودہ زمانہ سے بھی بدتر ظاہر ہونگے اور ہمارا قصبہ جو ہمارے خیال میں انتہائی ادبار کے دور سے گذر رہا ہے پوری طور پر تباہی کے کنارہ پہونچکر رہیگا جسکے علاج کی جانب وطن کے ہر فرد کو جلد سے جلد متوجہ ہوکر اس بیمی و متعدی مرض کو دفع کرنا اپنا فرض اولین سمجھنا چاہیئے۔ آمدنی کے ذرائع پہلے ہی محدود ہوچکے۔ بزرگوں کی چھوڑی ہوئی جائدادیں نصیب دشمناں ہوچکیں۔ رہا سہا کچھ تھوڑا بہت تہذیب و اخلاق اپنے بزرگوں کے سرمایہ میں سے باقی ہے وہ بھی غیروں سے نظر کیا جارہا ہے۔

کمانے سے جب بے فکری ہو اور ضروریات زندگی با آسانی میسر آتے ہوں تو انسان کا کیرکٹر صحیح و درست رہتا ہے لیکن جہاں مفلسی آئی تو پھر کیرکٹر کا درست رہنا آسان نہیں ہوتا۔ عربی و فارسی کی تعلیم میں درستی و اصلاح اخلاق خاص طور پر مدنظر رہتا تھا۔ اور ضروریات زندگی بھی اتنی بڑھی ہوئی نہتھیں اور آمدنی کافی ہوتی تھی اس لیئے روپیہ کا بہت زیادہ لالچ نہوتا تھا۔ موجودہ تعلیم نے تمدن کو بگاڑا اور آئین اخلاق کو بھی ملیامیٹ کردیا۔ قصبہ میں افلاس بڑھتا جاتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بڑھ گیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ نیتوں میں فتور پیدا ہورہا ہے اور بہ راستہ ہوگا ایمان فروشی اور اخلاق سوزی کا جسکی جانب ہر ہمدرد وطن کو غور و تامل سے اتحاد و یکجہتی کے ساتھ بلاکسی خیال کے سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے اور اپنے ذاتی منصوبوں پر ختم کرکے اصلاح اور درستی کی کوشش کرنا چاہیئے۔

ابھی کچھ وقت ہے ورنہ "بزر جستہ" والا مضمون ہوگا اور اُس وقت کچھ بنائے نہ بنے گی۔ ہم آخر میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ غریب کاکوری اخبار اپنی بساط بھر اُس تحریک کے لیے جو قصبہ کی اصلاح اور ترقی کیلئے کی جائیگی صرف تعاون ہی نہیں بلکہ ہر ممکن امداد دینے کیلئے تیار ہے۔

ہم ایکبار پھر اپنے وطن کے بوڑھے۔ جوان۔ بچے مردوں اور عورتوں سے باادب درخواست کرینگے کہ ہماری آواز پر کان دھریں اور جلد سے جلد عملی قدم بڑھائیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۰ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور لاش غسل وغیرہ کے بعد کاکوری لائی گئی اور خاندانی قبرستان میں تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ عرصہ سے مرض آکلہ میں مبتلا تھیں۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ پٹنہ۔ مدراس میں کئی کئی مہینے رہکر علاج ہوا لیکن مرض دفع نہوا اور یہی مرض الموت تھا۔ مرحومہ نے کوئی اولاد دختری نرینہ نہیں چھوڑی لاولد دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ہمکو اس حادثہ میں سید احتشام علی صاحب سے دلی ہمدردی ہے اور ہم سید صاحب و دیگر اعزہ کو صبر و سکون حاصل ہونے اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ حاصل ہونیکی بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں۔

(۲) ۱۰ مارچ سنہ ۴۰ء کو لکھنؤ سے اطلاع آئی کہ بمقام حیدرآباد غازی الدین احمد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ بلدۂ حیدرآباد کی تین سالہ بچی نے کئی دن شدید بخار میں مبتلا رہکر انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اس حادثہ میں غمزدہ والدین اور نانا خانصاحب سید معراج رسول اور دیگر اعزہ سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ ان سبکو باری تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

شکریہ:- حسن ابن ضیا علوی الہ آباد سے اطلاع دیتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کے ادبی مقابلہ میں انکو اول انعام ملنے کے سلسلہ میں بکثرت تعریفی اور مبارکباد کے خطوط اعزہ و احباب اور بزرگوں کے آئے جنکا فرداً فرداً جواب دینا اسوقت جبکہ وہ تیاری امتحان میں مصروف ہیں دشوار ہے۔ لہذا بذریعہ اخبار تمام بزرگوں، عزیزوں اور احباب کے اخلاص کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

تصحیح:- ہمکو معلوم ہوا کہ حسن ابن ضیا علوی کو جو اول انعام پچاس روپیہ کا مسلم یونیورسٹی کے آل انڈیا ادبی مقابلہ میں ملا ہے وہ ایک دوسرے ٭

جنگ و آرٹ

(از حسن ابن ضیا صاحب علوی متعلم کاکوروی)

یہ دیکھا گیا ہے کہ آرٹ کی ترقی سب سے زیادہ دوران جنگ میں ہی ہوا کرتی ہے پرانے زمانے میں مصر میں آرٹ کی ابتدا ہوئی جہاں کے حکمراں مذہبی پیشوا بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سپاہی تھے یا یوں سمجھیے کہ بادشاہ، سپاہی، خلیفہ، مذہبی پیشوا سب کچھ تھے۔ یا یوں کہا جائے کہ بادشاہ، خلیفہ سب کچھ ایک ہی وقت میں تھے اور سب سے زیادہ آرٹ نے وہیں ترقی کی وہاں جو آرٹ پیدا ہوا سنگتراشی کا اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے۔ بادشاہ کے بت یا مورتیں تھیں جسمیں دکھایا گیا تھا کہ بادشاہ لڑائی پر جا رہا ہے یا مفتوح فوج سے خراج وصول کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ مصری آرٹ میں ترقی لڑائی ہی کے زمانے میں ہوئی اور اس کی داغ بیل جنگجو لوگوں ہی میں پڑی۔ مصر کے بعد آرٹ کو ترقی یونانیوں نے دی۔ یونانی قوم ایک بہادر و دلیر قوم تھی اور وہ لڑائی کے لیے ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ نچلا بیٹھنا اُن کے لیے قطعی ناممکن تھا جس کا مظاہرہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یونانیوں کے علم کا دیوتا آپالو ہمیشہ تیر و کمان لیے ہوئے دکھایا جاتا ہے اور اسی شکل میں وہ مورتوں میں پیش کیا جاتا ہے اور ایتھینیں کی عقل کا دیوتا ایتھینا لڑائی کا دیوتا ہے رومی جنگجو قوم نے بھی بہت آرٹ میں ترقی کی یہ لوگ زیادہ تر کسان یا کاشتکار تھے بجائے سپاہی ہونے کے آرٹ کا خاتمہ روم ہی میں جا کر ہوتا ہے اُسکے بعد آرٹ کی ترقی پھر فرانس و انگلستان اور اسپین میں دوران جنگ میں بخوبی ہوئی اور اسکی سب سے زیادہ و مکمل ترقی فلورنس، روم اور وینس میں ہوئی اس کے بعد جب سے یورپ میں سرد ہوائیں چلنے لگیں اور جنگ ختم ہوگئی آرٹ میں کچھ بھی ترقی نہیں ہوئی۔ ہر قوم اپنے آرٹ کا نمونہ دوران جنگ ہی میں پیش کرتی ہے تمام نئی ایجادات و آرٹ کا انکشاف و ترقی جنگ ہی کے زمانے میں ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں جرمنی نے اپنے آرٹ کے نمونے پیش کیے اور پھر اسی جنگ ہی کی وجہ سے ان ایجادوں کا حال سب پر ظاہر ہوا۔ ورنہ ہم سب ان سے بالکل بیخبر رہتے لیکن تاہم اگرچہ حقیقت ہے کہ آرٹ کو ترقی لڑائی ہی سے ہو سکتی ہے تب بھی کوئی شخص شاید مشکل ہی سے اس کے لیے تیار ہو سکے کہ خونریزی ہو۔

٭ مضمون سے متعلق ہے گزشتہ اشاعت میں غلطی سے شاعری کا ایک ورق اور اس مضمون کا حوالہ درج ہوگیا تھا۔ ناظرین نوٹ کر لیں (اڈیٹر)

اس سے بہتر ہے کہ آرٹ چاہے ترقی نہ کرے یا اسکی ابتدا ہی نہ ہو۔ ایسے آرٹ سے فائدہ ہی کیا ہے یا اسکی ضرورت ہی کیا ہے جب اس کے پیدا کرنیکے لیے جان و مال کا اس بیدردی سے ستیاناس ہو آرٹ سے بذات خود کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن اس کا تعلق انسان کی زندگی سے کچھ اسقدر گہرا ہے کہ ایک دوسرے کو ہم اُس سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بظاہر ایک دوسرے کا ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ آرٹ کے ذریعہ انسان کی ترقی ہوتی رہتی ہے اور انسان اُس سے بہت کچھ سیکھتا ہے اگرچہ آرٹ کی ابتدا انسان ہی کرتا ہے اور ترقی بھی انسان کے ہاتھوں سے ہوتی ہے مگر لڑائی سے پہلے اُن کا حال دل میں بطور راز رہتا ہے اور لڑائی شروع ہوتے ہی اُن کا ظہور ہوا کرتا ہے اور دنیا پھر اُن سے مستفیض ہوتی ہے اور اُسے ترقی دیکر معراج پر پہونچا رہی ہے۔ جس ملک میں آرٹ نہ پیدا ہو وہ ملک ہی کیا؟ دنیا کی تمام خوبیوں میں آرٹ بہترین چیز اور ایک بیش بہا نعمت ہے۔ یہ خیال کہ انسان کو اصلاح امن و امان کے زمانے میں ہو سکتی ہے غلط ہے کیونکہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات کافی واضح ہوتی ہے کہ جن ملکوں میں امن و آمان رہا ہے وہ ہمیشہ تباہ ہو گئے اور ترقی نہ کر سکے۔

امن زندگی کے اہم جزو مقصد کو فنا کر دیتا ہے۔ اُس کے برخلاف جنگ کے دوران میں ہمت۔ بہادری اور قوت پیدا ہوتی ہے جو انسان کا اہم جزو ہے۔ مگر جنگ کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ سب لڑائیاں آرٹ کی ابتدا نہیں کرتیں نہ شجاعت پیدا کرتی ہیں۔ لڑائی کی قدر و قیمت طاقت کے حاصل کرنے کی خواہش سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی لڑائیاں خوفناک ضرور ہوتی ہیں۔ اس لڑائی سے انسان میں لالچ بڑھتی ہے خوفناک جذبات مثلاً بدلا لینا وغیرہ کا آغاز ہوتا ہے اور دل کو کبھی چین نہیں نصیب ہوتا۔ اس قسم کی اکثر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ مختصراً لڑائی کے مندرجہ ذیل اقسام ہیں

(۱) آرام طلبی کی یا شاہانہ جنگ (۲) سلطنت کے لیے لڑائی (۳) حفظ ماتقدم کے لیے جنگ کرنا اور اپنے کو بچانا۔ کاہل مزاج بادشاہوں کے لیے لڑائی ایک قسم کی عیش ہے یا شاہانہ آرام طلبی۔ بادشاہوں کو کوئی کام نہیں رہتا۔ بے کاری میں ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے اور انہیں کچھ دنوں کے لیے اس میں دلچسپی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اس قسم کا کھیل اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر کھیلیں تو خیر چنداں مضائقہ نہیں لیکن یہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ بیچارے غریب غربا۔ کسان۔ کاشتکار مزدور جو کسی طرح محنت مزدوری کرکے اپنا و اپنے غریب بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں زبردستی سرمایہ داروں کے حکم سے جبراً لڑائی پر بھیجے جاتے ہیں گویا موت کے جنگل میں پھنسائے جاتے ہیں۔ امید ہ کسی قسم کی بھلائی نہیں کیوں دلائی جائے انکا فرض ہے کہ اپنے کو قربان کریں بغیر کسی صلہ کے۔ اور برخلاف اس کے یہ سرمایہ دار توانا صورتیں جنگ چھڑتے ہی عالی عمارتوں میں آرام سے خواب غفلت کے مزے لیتے ہیں۔ گویا یہ بھی ایک شاہانہ چال ہے کہ غریبوں کی آہ و بکا کون سنے کیونکہ فریاد کا دروازہ بند رہتا ہے۔ اس طرح کی جنگ بند ہونا بہتر ہے جنگ دو بادشاہوں میں کسی وجہ سے ہو تو ہو مگر اس قسم کی جنگ سے بیچارے غریبوں کو کیا مطلب بادشاہ ہار جائیگے تو کیا اور جیتیں تو کیا بیچارے غریب مزدوروں کو کیا ملجائیگا۔ بادشاہوں کو تو لڑنا چاہئے یہ غریب کیوں لڑیں اور سزا بھگتیں۔ ہاں اپنے بچنے کے لیے یا بچاؤ کے لیے اگر لڑائی کی جائے تو کچھ عیب ہے۔ کیونکہ خطرہ ایسی چیز ہے کہ انسان خطرے میں سب کچھ کر گذرتا ہے مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ بہرحال دھوکا دینے۔ جوا کھیلنے سے تو لڑائی بہتر ہی ہے۔ جوں جوں لڑائی کرکے ملک لیتے جائیے۔ طمع بڑھتی جاتی ہے۔ اس کی کوئی حد ہی نہیں۔ اس لیے حفظ ماتقدم تک لڑائی ضروری ہے اُس کے آگے مضر ہے۔ دوسری قوت غلبہ نہ پاسے بس اتنی حفاظت کرنا بہتر ہے چاہے جس طرح ہو یہ جائز رکھا جائے گا۔ آج کل جو جنگ چھڑی ہے اُس کا اُونٹ دیکھئے کس کل بیٹھتا ہے اور اُس کے بعد بھی میاں ہٹلر کو اور طمع تو نہیں ہوتی ہے اور ہمارے چودھری کیا کرتے ہیں اور دوسری طاقتوں کا کیا اصول رہتا ہے ابھی سے رائے زنی ممکن نہیں کیونکہ آجکل نئی ایجاداتوں نے ملک کی حالت اور بدل دی ہے اور اب ۱۹۱۴ء کا زمانہ نہیں رہا زیادہ ترقی ہو گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنگ کے بعد اب کون سی ایجادوں کا انکشاف ہوتا ہے اور کون سا آرٹ ترقی کرتا ہے۔

سماج کی بھینٹ

(از قادری احمد محسن علوی تماشائی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد والدہ کی خوشنودی کے لیئے میں اپنی زندگی قربان کرنے پر تیار ہوگئی۔ ایسی شادی نہ کبھی دیکھی اور نہ سُنی تھی۔ شام ہوتے ہوتے میں جٹیل بابو کے ہمراہ اُن کے گھر میں داخل ہوئی۔ مختصر سامان مکان میں رکھ کر جٹیل بابو باہر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہو کر زینہ کی طرف اشارہ کرکے مجھے کوٹھے پر لے گئے اور بتلایا کہ پہلا کمرہ میرے رہنے کا ہے اور اس کے بازو میں دوسرا کمرہ اُن کے رہنے کا ہے۔ چراغ روشن کرنے کے بعد وہ دوبارہ میرے پاس آئے اور کہہ گئے کہ وہ علی الصباح اُٹھتے ہیں۔ لیکن مجھکو اسقدر عجلت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ ناشتہ درست کرتے ہیں عام طور سے سویرے کا کام ختم کرنے کے بعد ـــ" یہ کہہ کر جٹیل بابو چلے گئے ـــ اُن کے پیروں کی کھٹ کھٹ آواز سُنائی دی اور دیر جا دو جا جٹیل بابو باہر غائب! میں اکیلی اس مکان میں راضی برضا شاکر بہ تقدیر۔ یہ تھی میری سہاگ کی رات ـــ!!

میں نے مکان کو اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک وسیع اور کشادہ صحن تھا باورچی خانہ اور غسل خانہ قرینہ سے بنا ہوا تھا۔ مودی خانہ اور دوسرے کمرے بند تھے۔ معلوم نہیں اُس میں کیا کیا سامان بھرا ہوا تھا۔ اوپر کمرے میں دریچہ اور پردے پڑے تھے لیکن سینکڑوں من گرد بتلا رہی تھی کہ برسوں سے انسانوں نے اس بالاخانہ کو آباد نہیں کیا ہے۔ میرے کمرے میں ایک مسہری لگی تھی جس پر دو دو انچ موٹی گرد تھی۔ کھڑکی کے پردوں اور دروازوں کے رنگ میں تمیز کرنا دشوار تھا۔ میں نے کھڑکیاں کھول دیں اور مسہری ٹھیک کرکے اپنا بستر بچھایا اور پھر اس عجیب و غریب شادی ـ جٹیل بابو کی ضعیفی میں اور میرے ساتھ شادی کے مسئلہ پر غور کرنے لگی کہ آخر ان کو میرے ساتھ نکاح کا شوق کیوں پیدا ہوا۔ اور اگر ہوا تھا تو سہاگ کی رات ہی کو مجھ سے علیحدہ رہنے کی ضرورت کیا تھی۔ انھوں نے مجھکو

گفتگو کا موقع تک کیوں نہ دیا وغیرہ وغیرہ خیالات میں گھری ہوئی تھی سنسان مکان غیر آباد کمرہ اور کبھی کبھی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کیساتھ اُلّو کی خوفناک آواز مجھے اور زیادہ نڈھال کر رہی تھی۔ میں اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہی تھی۔ ہر طرف وحشت ہی وحشت نظر آرہی تھی۔ میرے سر میں درد شروع ہوگیا اور مجھکو خبر نہیں کہ میں کب سو گئی!

(باقی آئندہ)

لمحاتِ رنگیں

(حافظ محمد حسین رضا علوی شمس کاکوروی)

آفتاب کی زرد زرد شعاعیں کائنات عالم سے چپٹ چپٹ کر رخصت ہو رہی تھیں باد تند کے جھونکے چل رہے تھے۔ شانتا بیچاری غمزدہ شانتا بالاخانہ پر ٹکٹکی لگائے ہوئے اس چشمہ کی جانب متجسس اور مخمور نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ جس پر سرِ شام بلبلان نغمہ سنج آکر ترنم اور گلگشتیوں میں مصروف و خوش الحان ہو جاتے تھے ـــ ہر طرف سناٹا اور سکون کا عالم تھا!

یکایک کسی نے نہیں نہیں بلکہ شانتا کی پیاری سہیلی نرگس ! جو کہ اپنے بنگلے میں بیٹھی اپنی پیاری سہیلی کا انتظار کر رہی تھی۔ اچانک نہیں نہیں بلکہ اضطرابی عالم میں نکل کھڑی ہوئی اور اس نے آتے ہی یک لخت شانتا کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی شانتا بیچاری اچھل پڑی اور اپنے کہا کون! نرگس دبی ہوئی زبان سے کس کا انتظار اور اس پر اسقدر پریشانی کی وجہ کہو آخر اس جلد بازی کا سبب ـــ اُنکو آتا دیکھکر ـــ

میری پیاری نرگس کہوں تو کیا دنیا کی دلچسپیاں بے معنی محبت کی دلفریبیاں غیر مرئی اشیاء کی کریا باعث تسلی ہر دے کی دھڑکن ناقابل کیوں صرف اس لئے کہ اُنکو آتا دیکھکر ـ

نرگس سب کچھ صحیح مگر . . . . میں نہ کہونگی اچھا خیر سنو اور خیر خواہی سے سنو اشیو رہو چاہے وہ پل بھر میں ہو جائے اسلئے تم دشواس رکھو اگر میں دلاسا کیونکر دوں ـــ شانتا وشواش وشواس

آجکل کے والدین سماج مذہب ملت سب کو یک طرف ڈال کر مجبور مجرم غمگسار پریشان رکھنا چاہتے ہیں اسلئے دشواس کروں تو کیونکر کیونکہ انکی

مرضی یہ ہے کہ لڑکی کو مجبور کر کے اسکی مرضی کے خلاف شادی کی جائے مانگ
برخلاف دستور خلاف مذہب خلاف اصول اگر کچھ بولو تو بدزبانی اور بے حیائی
ہوں تو کیا ہنر سب کچھ سہی مگر یہ بھی نقش دل کر لو کہ اس جگ میں اپنے
پریم کرنیوالے سے بھی کون کس طرح دشواس کرے لمحہ بھر میں کیا سے
کیا ہو جائے اسلیے میں ماں باپ ہی کو کیوں الزام دوں اور یہ کیوں
نہ کہدوں ۔ کہ انکو آنا دیکھکر ۔

عجائبات دنیا کی نیرنگیاں کس پریمی کے باعث شادمانی چشمہ کا صاف
پانی اور ٹھنڈی ہوئی لہریں کس بدنصیب کے لیے باعث امید اور
کنول کے پھولوں کی دلفریبی کس غمزدہ کے لیے باعث آس ۔ سچ ہے
اس دنیا کے تمام عیش و مسرت قابل نفریں اور قابل ملامت اور یہ
صرف اس لیے ۔ کہ انکو آنا دیکھکر

ایشور کرے کہ میری یہ ہر ساعت کی پریشانی اور ہر وقت کی کرب
و بے چینی دور ہی نہیں بلکہ کوسوں دور جو درنہ میں ہونگی اور ۔ ۔ ۔ ۔
پرارتھنا کی بھی حد ہوتی ہے مایوسانہ زندگی کے لمحہ بھی شاق اور سوہان
روح ہی نہیں بلکہ جان کو گھلانے والے اور اپنے پریمی سے دور کر دینے والے
اس لیے اب تمام امیدوں سے عاجز ہو کر ہر گھڑی اور ہر ساعت میرا
منتظر رہ گیا ہے کہ یہی کہتی رہوں ۔ کہ آہ ۔ وہ پر لطف وہ گھڑیاں تھیں
پرکیف زمانہ تھا ۔ وہ مجھے میرا پہلو تھا ہنسنا تھا ہنسانا تھا ۔

اگر تمکو یقین نہ آئے تو سوچو اور غور کرو کہ واقعی کیا حقیقی خوشی
اور مسرت اسمیں مضمر نہیں ہے کہ سچے دل کے ساتھ اپنے پرستار
کی سیوا کی جائے اور تڑپتے ہوئے دل کو صرف اسکی یاد میں اور جستجو میں
گذار دیا جائے ۔ ایشور اور میرے تمام جگ کے دیوتا کاش تو میری
مایوسانہ زندگی کو دائمی طور پر مبدل بہ شادمانی کر دیتا تاکہ میں اس جگ
میں تیری ہی پرارتھنا کرتی ہوئی اپنی زندگی کو ختم کر دیتی ۔

ایشور کرپا ۔ احسان ۔ انصاف ۔

غیبی آواز ۔ شانتا شانتا تجھے یہ کیا ہو گیا یاس و نا امیدی کی بھی
کوئی حد ہوتی ہے ۔ صبر صبر دیکھ سچا پریم کبھی ملیامیٹ نہیں ہوتا تو اپنے
ایشور کی پرارتھنا کیے جا بس ایشور خود ہی تیرا بیڑا پار کر دیگا اس
جگ کے بڑے بڑے جنگل میدان اور بڑی بڑی کٹھن مصیبتیں صرف
اسی کی سیوا سے کامیابی کی منزلوں کو پہونچیں ۔ سماج نے سچے پریم
کی ہمیشہ قدر کی اس لیے تو باور رکھ کہ محبت کو کوئی نفرت سے نہیں تبدیل
کر سکتا اور تیرے بزرگ کبھی بھی سماج کے خلاف جا کر نوشتہ تقدیر
کو نہیں مٹا سکتے ۔

شانتا ! سب کچھ صحیح مگر میں اپنے بے قرار ہردے کو کیوں کر
تسکین دوں ۔ تسکین کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ۔ میں برباد ہو گئی مٹ گئی
خوشگن مسرتیں مبدل بہ غم ہو چکیں اب صرف یاس و حرماں ہی میرا ایک
مدد و معاون ہے اور خصوصًا میں اس سے تسکین دے لیتی ہوں ۔
کہ ان کو آنا دیکھ کر ۔

میری امیدوں میں اُمنگ اور جذبات میں جوش اور پژمردہ ہردے
میں مسرت ۔ بس زندگی کی یہی ایک امنگ اور مستقبل کی امیدوں
کا خواب بس ایشور جو چاہے وہ کرے اسی پر آس اور زندگی کا انحصار
اس لیے ایشور تو جلد کرپا کر ۔ اور مجھکو میرے پریمی سے ملا تاکہ میری
یہ چند روزہ زندگی عافیت اور چین سے گذر سکے اور دنیا والے بھی
یہ کہنے پر مجبور رہوں کہ سچا پریم کبھی ملیامیٹ نہیں ہوتا بلکہ پہلا پھولتا اور
پروان چڑھتا ہے اس لیے آخری میری یہی آرزو یہی امید
یہی تمنا ہے کاش کہ یہ بار آور ہو اور دنیا والے مجھکو تا ابد تا زندگی
فراموش نہ کر سکیں بلکہ رہتی دنیا تک یاد رکھیں ۔

وطن کی خبریں

نوٹ :۔ اعزہ و احباب اور سب اہل وطن سے جو باہر ہیں
خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور
اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں ۔ (اڈیٹر)

موسم ۔ دن کو کافی گرمی پڑنے لگی تھی اور دھوپ میں بھی تیزی محسوس
ہوتی تھی کہ ۲۰ فروری کو سہ پہر کے وقت دفعتًا مطلع ابر آلود ہو گیا اور
یہاں تو صرف معمولی طور پر بوندا باندی ہوئی لیکن شمال سے بعض
قریبی مواضعات سے شدید ژالہ باری کی اطلاعیں آئیں اور بتایا گیا
کہ مرغی کے انڈے کے برابر اولے گرے تھے ۔ فصل ربیع کے ساتھ
آم کی فصل کو بھی بہت نقصان پہونچا ۔ دیوار میں پتھر گرنے سے

سردی قدرے چک گئی۔ ۱۰ مارچ کو دوپہر کے وقت آسمان پر گھٹا آئی اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک زور کا پانی گرنا شروع ہوا جسکی وجہ سے سردی پھر کچھ بڑھ گئی۔ ۱۱ و ۱۲ مارچ کی درمیانی شب میں نو بجے کے قریب یہاں بھی ژالہ باری ہوئی۔ فصل ربیع اور بہر گو نقصان ہوا بیان کیا جاتا ہے آب شہ ہوا ہے۔ ابھی سے کوئی خاص شکایت نہیں سُنی گئی۔ معمولی طور پر نزلہ زکام ہو جانا بعض لوگوں کے متعلق معلوم ہوا ہے جو تداخل فصلین کا سبب معلوم ہوتا ہے۔

برم بھوج:۔ بابو شیو نرائن (محلہ کائستھان) کئی ماہ ہوئے اپنے متبرک مقامات کی زیارت و درشن کو گئے تھے اب گذشتہ ہفتہ میں غالباً درشن کے سلسلہ میں کئی دن تک پوجا پاٹ میں مصروف رہنے اور کافی رقم خیرات میں صرف کرنے کے بعد ۹ مارچ کو عام دعوت کا اعلان کیا تھا جسمیں شرکت کے لیے کثیر تعداد میں برہمن اور غیر برہمن ہندو اور مسلمان دور و دراز سے مسافتیں طے کر کے شرکت کیلئے آئے تھے تقریباً تمام دن آیندو روند کو کھانا کھلایا گیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۰ مارچ کو بوقت شب اپنی برادری، دوست و احباب (مقامی و بیرونجات) کے علاوہ مسلمان شرفائے کاکوری کو بھی پر تکلف دعوت دی تھی۔ نہایت حوصلہ و فراخدلی سے "برم بھوج" کی تقریب ادا کی۔ جو بابو شیو نرائن صاحب کی سچی عقیدت اور حوصلہ کی دلیل ہے۔

مسلم لیگ۔ الیکشن:۔ حسب اعلان ۲۰ فروری سنہ ۴۰ء کو زیر صدارت حاجی محمد حسن صاحب علوی نائب مہتمم انتخابات کاکوری مسلم لیگ کے انتخابات عام جلسہ میں ہوئے مجلس عاملہ وغیرہ کے لیے نام زدگی کی تاریخ ۲۵ فروری مقرر تھی مجلس عاملہ مسلم لیگ کے لیے جس میں مقابلہ سخت تھا حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

(صدر) الحاج مولوی امیر احمد بی۔ اے پنشنر ڈپٹی کلکٹر (نائب صدر) قاضی منظار علیخان بی۔ اے پنشنر اسسٹنٹ کمشنر آبکاری (سکریٹری) سید محمد مسیح الدین (جوائنٹ سکریٹری) مولوی سلطان بادر (خازن) قاضی راشد محمد (سالار مسلم نیشنل گارڈ) مولوی ضمیر الدین (ممبران) قاضی ولی حیدر — چودھری محمد اسمٰعیل۔ شیخ حشمت علی۔ منشی عبد السلام خان۔ منشی محمود۔ حکیم محمد اسمٰعیل خان۔ منشی فدا حسین خان

مولوی سبحان علی۔ موضع مظفر کیٹرہ اور کاکوری کے لیے دو زائد ممبران مجلس عاملہ میں بڑھانے کی لیے ضلع مسلم لیگ سے اجازت حاصل کی جانے کی درخواست کی گئی ہے۔

ضلع مسلم لیگ کے لیے سات نمائندہ منتخب ہوئے:۔ حاجی محمد حسن۔ قاضی راشد علیخان۔ حافظ محمد حسین شمس۔ سید محمد مشیر الدین۔ مولوی احسن مجتبےٰ۔ قاضی ولی حیدر خاں۔ منشی محبوب الرحمٰن سبحانی۔ (ضلع کے نمائندوں کا بلا مقابلہ انتخاب ہوا)

مجلس عاملہ مسلم نیشنل گارڈ:۔ مولوی ضمیر الدین۔ قاضی ارشد علی منشی محمد کامل خاں۔ منشی محمد ظہیر خاں۔ ڈاکٹر محمد مصطفےٰ خاں۔ منشی علی محمد۔ شیخ محمد ولی۔ مفیض الدین اور حافظ محمد ایوب خان نے اپنے نام امیدواری سے واپس لے لیے تھے لہذا بلا مقابلہ مذکور الصدر انتخاب عمل میں آیا۔

ضلع مسلم لیگ کے انتخابات ۳ مارچ کو بمقام لکھنؤ زیر صدارت منشی محمد سلیم صاحب بجنوری جلسہ عام میں عمل میں آئے اور کاکوری کے نمائندگان میں سے حسب ذیل حضرات کا مختلف عہدوں اور ممبری مجلس عاملہ کے لیے انتخاب ہوا۔ قاضی راشد علی خان (نائب صدر) حاجی محمد حسن (خازن) سید محمد مشیر الدین (ممبر مجلس عاملہ ضلع) قاضی ولی حیدر خان (نمائندہ ضلع سے شہری لیگ میں)۔ صوبہ لیگ میں ضلع سے منجملہ پانچ نمائندوں کے کاکوری سے قاضی راشد علی خان کا انتخاب ہوا۔ آل انڈیا مسلم لیگ سشن لاہور کے لیے۔ قاضی راشد علی خان ضلع لیگ سے ڈیلیگیٹ اور بیگم قاضی راشد علی خان شہری زنانہ لیگ سے ڈیلیگیٹ منتخب ہوئے ہیں۔ قاضی انتظار علیخان بھی عازم لاہور ہیں انکے لیے ڈیلیگیٹ ٹکٹ حاصل کرنے کی ضلع لیگ سے کوشش کی گئی ہے۔

صحت و تندرستی:۔ (۱) اہلخانہ جناب حاجی مولوی انوار الحسن صاحب کے کولہے کی چوٹ میں بہت تخفیف ہے اور گھریلو دواؤں نے کافی حد تک تکالیف رفع کر دی ہیں لیکن ابھی تک پیر پورے طور پر کام نہیں دے رہا ہے۔ اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد بقیہ تکلیف بھی رفع فرمائے۔ (۲) بیوہ شیخ لطف علی مرحوم (برگدتلہ) بخیریت لکھنؤ سے واپس آگئی ہیں۔ لکھنؤ میں علاج سے ضعف معدہ میں تو فائدہ ہوا مگر اسہال

کی شکایت نہیں ہے البتہ ورم میں بہت زیادہ کمی نہیں ہے۔

علالتیں:۔ (۱) جناب مولانا شاہ تقی حیدر صاحب کی شکایات میں ہنوز بڑے طور پر کمی نہیں ہوئی ہے۔ اب لکھنؤ کے طبیب کا علاج ترک کر کے حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب علوی کا علاج شروع ہوا ہے۔ خدا کرے حکیم صاحب موصوف کے نسخوں سے پورا نفع ہو اور جلد تکالیف رفع ہوں۔ سنا گیا ہے کہ شاہ صاحب ممدوح کو کئی دن سے کھانسی کی بھی اسطرح شکایت لاحق ہو گئی جسکی وجہ سے رات کو بہت بےچینی رہتی ہے۔

(۲) مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے متعلق دریافت ہوا کہ گذشتہ عشرہ میں انکو کئی بار اسہال کی شکایت ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے دستوں کے روکنے کی جو دوا دی تھی اُس کے استعمال کے بعد الجھن بےچینی زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ ورم جگر میں کچھ فرق جاتے ہیں غذا بہت قلیل ہوتی ہے۔ ضعیف بہت معلوم ہوتے ہیں۔

متفرقات:۔ (۱) حضرت حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے فاتحہ سالانہ کے سلسلہ میں تکیہ شریف پر ۱۱ر محرم ۵۹ھ (کیم مارچ ۴۰ء) کو صبح ۱۰ بجے تک حسب دستور قرآن خوانی ہوئی اور متعدد کلام مجید ختم ہوئے۔ بعد نماز مغرب فاتحہ ہوا اور تقسیم تبرک کے بعد لذیذ چاء حاضرین کو پلائی گئی بعد نماز عشاء قوالی کی محفل ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو بھی محفل سماع ہوئی تھی۔ دونوں محفلیں بہت کامیاب ہیں اور اہل ذوق حضرات بہت محظوظ ہوئے۔ قصبہ خاص کے علاوہ بہت سے مریدین، معتقدین و متوسلین تکیہ شریف باہر سے بھی آئے تھے۔ فاتحہ اور دونوں محفلوں میں مجمع کثیر تھا۔ امسال حضرت سبز پوش صاحب گورکھپوری بھی تشریف لائے تھے اور دو دن تکیہ شریف پر مقیم رہے۔ (۲) ۲۰ر محرم (۹ر مارچ سنہ ۴۰ء) کو حضرت حاجی شاہ امین الدینؒ کا سالانہ عرس بمقام مسجد بارہ دری مولوی محلہ حسب دستور قدیم ہوا۔ مولوی روح الامین نے تقسیم شیرینی وغیرہ کا انتظام کیا اور حسب اعلان سال گذشتہ مولوی قطب الدین نے جو بحصول رخصت کئی دن سے وطن میں مقیم تھے نہ صرف انتظام عرس میں ہمنوان کا ہاتھ بٹایا بلکہ اپنی موجودہ رقم بھی عرس کے مصارف میں شامل کی۔ بعد نماز عصر آیات کلام پاک کی تلاوت ہوئی اور فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو جنکی تعداد کثیر تھی شیرینی بذریعہ حصص تقسیم کی گئیں۔ (۳) گذشتہ ماہ فروری سنہ ۴۰ء کے آخری ہفتہ میں شرکت بورڈ لکھنؤ کی جانب سے بمقام لکھنؤ "تعلیمی ہفتہ" منایا گیا تھا اور تمام ضلع کے فائنل پرائمری و لوور پرائمری اسکولوں کے طلبہ بلائے گئے تھے اور ایک ہفتہ تک جسمانی ورزش۔ قواعد۔ کھیل وغیرہ ہوئے۔ اسی سلسلہ میں طلبہ و طالبات کی دستکاریوں کی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا تھا تعلیمی ہفتہ میں شرکت کیلئے کاکوری سے اسکولوں کے طلبہ بھی گئے تھے اور مسلم نسواں اسکول کی طالبات نے دستکاریوں کے نمونے نمائش میں بھیجے تھے۔ ہمکو یہ مسرت و خوشی ہوئی کہ حسب ذیل طالبات نے انعامات بھی لئے جسکے لئے ہم انعام یافتہ لڑکیوں کو مبارکباد دیتے ہوئے مسلم نسواں اسکول کی ہیڈ معلمہ و دیگر استانیوں کی دلچسپی اور توجہ کا اعتراف کرتے ہیں۔

(۱) عذرا بانو درجہ ششم زردوزی کی ٹوکری (دختر منشی جمیع الدین کرمانی) (۲) شکیل فاطمہ درجہ پنجم (ریشم و طلہ کی چڑیا) (دختر حکیم مشیر الحسن علوی) (۳) سلطان فاطمہ درجہ چہارم (ریشم کے کام کی مخملی ملدگی (جوتا)، دختر حکیم مشیر الحسن علوی)، (۴) حمیدہ بانو درجہ چہارم (زردوزی کے کام کی ٹوکری)، دختر ڈاکٹر محمد ہاشم)، (۵) عطیہ بانو درجہ چہارم (کروشیا کا اونی سوئٹر، دختر مولوی نظام الدین حیدر علوی وکیل)، (۶) ریحانہ بانو درجہ دوم (چاندنی پر کشیدہ کاری، دختر ڈاکٹر محمد ہاشم)۔ افسوس ہے کہ فائنل و پرائمری اسکول کو کسی کھیل یا ورزش میں کوئی انعام نہیں ملا صرف فائنل اسکول کے دو ماسٹر احمد سعید خان (قائم مقام ہیڈ ماسٹر) اور ماسٹر اظہار الحسن۔ انگریزی ٹیچر کو کارگذاری کے متعلق سرٹیفکٹ ملے۔ (۴) کلکتہ کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ ۲۴ر فروری سنہ ۴۰ء کو سرگرم رکن تحریک خاکساران طاہرہ بیگم سالار مستورات کلکتہ (ہمشیرہ منشی عبدالحمید علوی (کرہی ٹولہ)، و اہلیہ مولوی کلیم الدین خان (مولوی محلہ) کے مکان پر واقع مشابر ٹڈ فورڈ اسٹریٹ کلکتہ۔ خاکساری پرچم نصب کرنے کی رسم سینکڑوں خاکسار مجاہدین اور ہزاروں مسلمان مرد اور عورتوں کے اجتماع میں ادا کی گئی۔ پانچ ضرب گولوں اور جھنڈہ کی سلامی کے بعد طاہرہ بیگم صاحبہ سالار مستورات نے اپنی پرجوش تقریر میں مسلمانوں کی پستی کے وجوہات پر تبصرہ کرتے ہوئے حاضرین مردوں اور عورتوں کو تحریک میں شامل ہونیکی دعوت دی۔

حادثات:۔ (۱) اہلیہ سید احتشام علی صاحب ایڈیٹ لکھنؤ دلی گی نے کیم و ۲ر مارچ سنہ ۴۰ء کی درمیانی شب میں (بقیہ صفحہ ۳ کالم ۱ پر)

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (ڈاک خانہ) کاکوری سے سید مرتضیٰ حسن نے شائع کیا۔